سیرت رسول ﷺ میں تدریس کے رہنما اُصولوں کا عصر حاضر میں اطلاق: ایک مطالعاتی جائزہ

عبد الغفور، سابق اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ علومِ اسلامیہ، یونیورسٹی آف سرگودھا، منڈی بہاؤالدین کیمپس
مسرت یاسمین، اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ انگلش، یونیورسٹی آف گجرات، گجرات، 50700، پاکستان

ABSTRACT:
Teacher adopts any teaching strategy while his teaching practice. Without doing so, he cannot attain the required results. A good teaching depends upon an inspiring methodology. It not only makes the lesson easy and effective, but also its impact is everlasting. Individual differences are satisfied only when something is being taught in accordance with their requirements. Different teaching principles are adopted according to the psychological and individual differences. Main purpose of it, is to make teaching successful. In modern age, changes have been occurred in every field of life. For the departmental development, a continuous research is in progress. Education Department has also made the significant progress. Institutes of education and research are working in different universities here in Pakistan. So, it is necessary to instigate the importance of a good teaching strategy in light of Qur'an and Sunnah, so that rules may be derived from the best teaching policies of Prophet Muhammadﷺ which caused a great revolution on earth. This paper is a minor attempt for it.

Keywords: *Seerah, teaching, guide rules, modern age*

معلم سبق پڑھانے میں کوئی نہ کوئی تدریسی اصول ضرور اختیار کرتا ہے اس کے بغیر تدریس نہ تو متعلقہ نتائج دے سکتی ہے اور نہ طلبہ پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ اچھی تدریس بہترین اصول کی مرہون منت ہوتی ہے۔ بہترین تدریسی اصول سبق کو نہ صرف مؤثر اور آسان بناتا ہے بلکہ اس کے اثرات پائیدار ہوتے ہیں اور سبق ہمیشہ کے لئے ذہن نشین ہو جاتا ہے۔ نفسیاتی تقاضوں کی وجہ سے بھی تعلیم میں تدریسی اصولوں کی اہمیت محسوس کی جاتی ہے۔ ایک استاد مختلف مضامین پڑھانے کے لیے مختلف طریقہ تدریس کا استعمال کرتا ہے جس کا انحصار زیادہ تر مضمون کی نوعیت اور استاد کے اختیار کردہ طریقہ پر ہوتا ہے۔ ان طریقوں کو بعض اوقات تدریسی اصول یا حکمت عملی کہا جاتا ہے۔

عصر حاضر میں ہر شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں تبدیلیاں آچکی ہیں۔ مختلف شعبہ جات قائم کیے گئے ہیں جبکہ ان شعبہ جات کی ترقی کے لیے مسلسل تحقیق کا عمل جاری و ساری ہے۔ شعبہ تعلیم میں بھی بہت زیادہ ترقی ہوئی ہے۔ کام کو بہتر بنانے کے لیے اس میں

مزید شعبہ جات جیسے نصاب سازی، تربیت اساتذہ، مدارس کی تعمیر و مرمت، طلبہ کی تدریس، پالیسی سازی، امتحانی بورڈز وغیر شامل ہیں قائم کیے گئے۔ ان تمام شعبوں میں کارکردگی کو بہتر بنانے کے لیے مختلف طریقہ کار اپنائے جارہے ہیں۔ ان شعبوں میں سے ایک تربیت اساتذہ کا بھی ہے۔ جس کے لیے مختلف یونیورسٹیوں میں ادارہ تعلیم و تحقیق قائم کیے گئے جس کے تحت اساتذہ کو تربیت دی جاتی ہے جبکہ اساتذہ کی تربیت کے لیے نصاب کا اجراء کیا گیا۔ چونکہ اساتذہ کی بہت اہمیت ہے، ان کے ذریعے طلبہ کی تعلیم و تربیت کا عمل سرانجام پاتا ہے۔ لہذا ان کی جس قدر بہتر اور حقیقی تعلیم و تربیت ہو گی اسی قدر نسل نو کو فائدہ پہنچے گا۔ اسلام میں معلم کی بہت اہمیت ہے اہل علم اعلی مرتبہ کے حامل ہوتے ہیں۔ کوئی ان کی برابری نہیں کر سکتا جیسا کی قرآن مجید میں آتا ہے کہ

"قُلْ هَلْ يَسْتَوِىْ الَّذِيْنَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُوْلُوا الْأَلْبَابِ"[1]

"آپ کہہ دیں کیا علم والے اور بے علم برابر ہیں؟"

معلم چونکہ علم کی روشنی پھیلاتا ہے لوگوں کو صحیح اور غلط راستے سے آگاہ کرتا ہے ایسے لوگوں کے درجات بلند کیے جاتے ہیں جیسا کہ رب کریم نے ارشاد فرمایا:

"يَرْفَعِ اللَّهُ الَّذِيْنَ آمَنُوا مِنكُمْ وَالَّذِيْنَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ "[2]

"جو تم میں سے ایمان لائے ہیں اور جن کو علم عطا کیا گیا ہے اللہ ان کے درجات بلند کرے گا۔"

جو شخص جس قدر اہم ہوتا ہے اس کی تربیت بھی اتنی ہی زیادہ اہمیت رکھتی ہے معلم کی ذمہ داری چونکہ ایک اہم منصب ہے اور اس کا حامل شخص بہت ہی اہمیت رکھتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اسی اہمیت کے پیش نظر اپنے اصحاب کی نہایت شاندار انداز میں تربیت کی کیونکہ انہوں نے پوری دنیا میں اپنے اپنے شعبے میں اس ذمہ داری کو ادا کرنا تھا لہذا انہیں اس اعلی منصب کے لیے تیار کیا۔ آپ ﷺ نے جن اصولوں پر اپنے صحابہ کی تربیت کی ان پر عمل پیرا ہو کر ہر دور میں اس منصب کے حامل افراد کو تیار کیا جا سکتا ہے۔ کسی بھی کام یا عمل کے تمام پہلوؤں کو یکبارگی کرنے سے نتائج نہیں ملتے، اسی طرح انسانی تربیت کے لیے تمام درجات کو یکبارگی پورا کرنے سے برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ لہذا ان کاموں کو درجہ بدرجہ سرانجام دیا جانا چاہیے۔ قرآن و سنت سے معلمین کی

---

[1]۔ الزمر، 9:39

[2]۔ المجادلہ، 11:58.

تربیت کے لیے تدریجی اصول ملتا ہے جیسا کہ قرآن مجید کا آہستہ آہستہ ۲۳ سال کے عرصہ میں نازل ہونا،اس کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

"انما نزل اول مانزل منه سورة من المفصل فيها ذكرالجنة والنار، حتى ء ذا ثا بالناس الى الاسلام نزل الحلال والحرام ،ولو نزل اول شىء :لا تشربواالخمر لقالوا:لا ندعالخمر ابدا، ولو نزل: لا تزنوا، لقالوا:لا ندع الزنا ابدا"۔[3]

"قرآن میں سب سے پہلے جو چیز نازل کی گئی وہ مفصل کی سورتوں میں سے ایک سورۃ ہے، جس میں جنت اور جہنم کا ذکر ہے۔ یہاں تک کہ جب لوگ اسلام کے دائرے میں آگئے تب حلال و حرام کے احکام نازل ہوئے۔ اگر بالکل شروع ہی میں حکم آجاتا کہ شراب نہ پیو تو لوگ کہتے ہم ہر گز نہ چھوڑیں گے اور اگر یہ حکم دیا جاتا کہ زنا نہ کرو تو لوگ کہتے ہم ہر گز زنا نہ چھوڑیں گے"

گویا مختلف عادات کے خاتمہ اور نیک کاموں کی تربیت کے لیے تدریجی انداز میں کام لیا گیا۔ اسلامی احکامات کے نفاذ کے لیے تدریجی عمل کا طریقہ اپنا کر لوگوں کی تربیت کی جائے تاکہ اچھے اور نیک اعمال ان کی زندگی کا حصہ بن جائیں۔ طریقہ کے ساتھ ساتھ ترتیب بھی بیان کر دی کہ پہلے بنیادی باتیں سکھائی جائیں جب ان کو قبول کر لیں تو پھر عبادات کے لئے کہا جائے اس کے بعد دیگر اعمال کو اپنانے کا کہا جائے۔

کسی بھی کام کو سرانجام دینے کے لیے ترغیب دی جانی چاہیے اور نہ کرنے کی صورت میں نقصانات سے آگاہی دیتے ہوئے ڈرانا چاہیے ۔ کیونکہ ایسا کرنے سے انسان میں عمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے تربیت کے لیے انسان کو فوائد و نقصانات سے آگاہ کیا جاتا ہے تاکہ وہ خود کو بہتری کی طرف لے جائے۔ اصول ترغیب و ترہیب کے حوالے سے قرآن کریم میں جابجا آیات ملتی ہیں جن میں جنت کے احوال اور دوزخ کی ہولناکیاں بیان کی گئی ہیں کئی مقامات پر نیک کام کرنے والوں کو جنت کی بشارت اور برے کام کرنے والوں کو دوزخ میں ڈالے جانے کی خبریں دی گئی ہیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نیک اعمال پر ترغیب دیتے ہوئے اعلان فرماتا ہے کہ

---

[3]۔ بخاری، محمد بن اسمٰعیل، الجامع الصحیح، کتاب فضائل القرآن (الریاض، دارالسلام للنشر والتوزیع، 1999ء)، رقم الحدیث 4993۔

"وَالَّذِيْنَ آمَنُواْ وَعَمِلُواْ الصَّالِحَاتِ أُولَـئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيْهَا خَالِدُونَ"۔[4]

"اور جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے وہ جنت والے ہیں، انہیں ہمیشہ اس میں رہنا ہے"

اسی طرح برے اعمال کے نقصان سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

"وَالَّذِيْنَ كَفَرُواْ وَكَذَّبُواْ بِآيَاتِنَا أُوْلَـئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيْمِ"۔[5]

"اور جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیتیں جھٹلائیں، وہی دوزخ والے ہیں"

حضور نبی اکرم ﷺ مختلف علاقوں میں لوگوں کی اصلاح کے لیے معلمین کو بھیجا کرتے، اور انہیں مختلف قسم کی ہدایات دیتے تاکہ وہ متعلقہ علاقوں میں جا کر بہتر انداز سے لوگوں کو زیور تعلیم سے آراستہ کر سکیں، جیسا کہ حضرت عبد اللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی حارث بن کعب کے وفد کی واپسی کے بعد نبی اکرم ﷺ نے عمرو بن حزم الانصاری کو ان کا والی مقرر کیا تاکہ ان سے زکوٰۃ و صدقات کی وصولی کے ساتھ ساتھ اسلامی تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ اس سلسلہ میں ایک طویل مکتوب حضرت عمرو بن حزم کو دے کر بنی حارث کی طرف بھیجا جس میں لوگوں کی تربیت کے لیے ترغیب وترہیب کے پہلو کو بیان کیا۔

"ويبشر الناس بالجنة و يعلمها، وينذرالناس وعلمها ويستاء لف الناس حتى يفقهو فى الدين"۔[6]

"لوگوں کو جنت کی بشارت دیں اور اس سے آگاہ کریں، دوزخ سے ڈرائیں اور متنبہ کریں۔ لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں کہ وہ دین کو اچھی طرح سمجھ لیں۔"

چونکہ ترغیب وترہیب سے انسان میں امید اور خوف کی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو عمل پر اکساتی ہے۔ حضور انور ﷺ نے اس پہلو سے معلمین کی تربیت کی اور انہیں اسی اصول پر عمل کرنے کی تلقین کی جیسا کہ اوپر درج روایت سے ظاہر ہوتا ہے۔ عصر حاضر میں دیکھا جائے تو تربیتی کورس کی تکمیل پر پاس کی ڈگری جاری کی جاتی ہے جبکہ ناکام ہونے والے اس سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اس پہلو

---

[4]۔ البقرہ، 82:2۔

[5]۔ المائدہ، 10:5۔

[6]۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، اسلام بنی الحارث بن کعب، (داراحیاء التراث العربی، بیروت، 1995)، 250/4۔

سے دیکھا جائے تو طلبہ میں محنت کر کے کامیابی حاصل کرنے اور ناکامی سے بچنے کی ترغیب ملتی ہے۔ اس حوالے سے تربیتی اداروں میں مزید اقدامات کرنے کی ضرورت ہے جیسا کہ نماز کی پابندی کرنے، دوسروں کے کام آنے، ایک دوسرے کی تعلیم و دیگر معاملات میں معاونت کرنے، مستحق ساتھیوں کی مالی مدد کرنے، آفت زدہ علاقوں میں رضاکارانہ کام انجام دینے، طلبہ کی راہنمائی کرنے جیسے اچھے امور کی ترغیب دی جائے اور ایسی سرگرمیوں (Activities) پر خصوصی طور پر حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ زیر تربیت اساتذہ میں اچھے کاموں کو انجام دینے اور برے کاموں سے بچنے کی عادت بنے۔

سیرۃ سے قصص و امثال کا جو اصول ملتا ہے اس کے ذریعے تربیتی عمل کو مضبوط بناتے ہوئے معلمیں کی بھرپور تربیت کی گئی ہے۔ قرآن میں جابجا واقعات کا ذکر ملتا ہے جبکہ سیرۃ طیبہ میں ایسے مواقع نظر آتے جہاں واقعات کو بیان کرکے صحابہ کی تربیت کی گئی ہے جیسا کہ واقعہ معراج کو نبی اکرم ﷺ نے بیان کیا اور کفار و مشرکین کے سوالات کے جوابات دینا، وہاں کے حالات بیان کرنے وغیرہ، اسی طرح کسی بات کو بہتر طریقے سے سمجھانے کے لیے مثالوں کو بیان کیا جاتا ہے، جیسے آپ ﷺ نے نماز کی اہمیت کو بیان کرنے کے لیے نہر کی مثال دی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انھوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

" ریتم لون نهرا بباب حدم یغتسل فیه ل یوم خمسا ما تقول ذل یبقى من درنه قالوا لا یبقى من درنه شیئا قال فذل مثل الصلوات الخمس یمحو الله به الخطایا"۔[7]

" تمھاری کیا رائے ہے کہ تم سے ایک انسان جس کے دروازے پر ایک نہر ہو اور وہ اس میں دن میں پانچ بار غسل کرتا ہو تو کیا اس کے (جسم پر) کچھ میل کچیل باقی رہے گا، صحابہ کرام نے کہا اس کے (جسم پر) کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں بچے گا چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا (یہی مثال) پنجوقتہ نماز کی ہے جن کے ذریعہ اللہ تعالی گناہوں کو مٹا دیتا ہے"۔

---

[7]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب مواقیت الصلا، باب الصلوات الخمس، رقم حدیث: 505۔

اس مثال کی ذریعے صحابہ کو نماز سے حاصل ہونے والی پاکیزگی کا درس دیا گیا۔اسی طرح ایک اور روایت میں ذکر کرنے والے کو زندگی اور نہ کرنے والے کو مردہ ہونے کی مثال دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

" مثل الذی یذکرربه،والذی لایذکرربه مثل الحی والمیت"[8]

"اپنے رب کا ذکر کرنے والے (انسان) اور ذکر نہ کرنے والے (انسان) کی مثال زندہ اور مردہ جیسی ہے
"۔

حضرت ابو موسی اشعری سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اچھے دوست اور برے دوست کی مثال بیان کرتے ہوئے فرمایا:

"مثل الجلیس الصالح والجلیس السوکحامل المسک ونافخ الکیر، فحامل المسک امامان یحذیک،واماان تبتاع منه،واماان تجدمنه ریحاطیب،ونافخ الکیراماان یحرق ثیابک،واماان تجدمنه ریحاخبیثة"[9]

"اچھے دوست اور برے دوست کی مثال کستوری اٹھانے والے اور بھٹی جھونکنے والے کی مانند ہے، کستوری اٹھانے والا یا تو آپ کو ہدیہ میں دے گا یا آپ اس سے خرید لیں گے یا کم از کم اچھی خوشبو تو پائیں گے، جبکہ بھٹی جھونکنے والا آپ کے کپڑوں کو جلادے گا یا کم از کم آپ اس سے بدبو پائیں گے"۔

ان مثالوں کے ذریعے نبی اکرم ﷺ نے اپنی بات کو واضح کیا اور سمجھنے میں آسانی پیدا کر کے اپنے صحابہ کی تربیت کی۔ جبکہ عصر حاضر میں معلمین کی تربیت کا جائزہ لیں تو جو تربیتی مواد ہے اس میں بہت کم مثالیں دی گئی ہیں جس سے زیر تربیت اساتذہ کو نصاب کے سمجھنے میں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے اساتذہ کی تربیت کے لیے علم و تحقیق کا اصول دیا ہے۔ کیونکہ علم سے انسان کو شعور ملتا ہے اور تحقیق سے حقیقت شناسی ملتی ہے۔ علم کے نئے پہلو سامنے آتے ہیں۔ علم کے اضافے کے لیے قرآن میں یوں دعا مذکور ہوئی ہے:

---

[8]۔ ایضاً، کتاب الدعوات، باب فضل ذکر اللہ، رقم الحدیث 6407۔

[9]۔ ایضاً، کتاب الذبائح والصید، باب المسک، رقم حدیث 5534

"وقل ربِ زِدنِ عِلما"[10]

"اور کہہ اے میرے رب مجھے اور زیادہ علم دے"۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرۃ کا مطالعہ کریں تو آپ ہر اس عمل کی حوصلہ افزائی کرتے نظر آتے ہیں جہاں علم کی مجلس ہو یا علمی بات ہو رہی ہو۔ جیسا کہ حدیث پاک میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ: ایک دن رسول اللہ ﷺ اپنے حجرے سے باہر تشریف لائے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں دو حلقے بیٹھے ہوئے تھے، ایک حلقہ قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور اللہ سے دعا کر رہا تھا، دوسرا تعلیم و تعلم کا کام سرانجام دے رہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: دونوں بھلائی پر ہیں۔ یہ حلقہ قرآن پڑھ رہا ہے اور اللہ سے دعا کر رہا ہے۔ اللہ چاہے تو اس کی دعا قبول فرمائے یا نہ فرمائے۔ دوسرا حلقہ تعلیم و تعلم میں مشغول ہے یہ زیادہ بہتر ہے اور میں تو معلم بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ پھر یہیں بیٹھ گئے۔[11]

احادیث میں بہت سی ایسی روایات موجود ہیں جن سے علم کی فضیلت، عالم کی فضیلت اور علم والوں کے مقام و مرتبہ سے آگاہی ملتی ہے۔ آپ ﷺ نے علم کی اشاعت کے لیے گراں قدر کام کیا، اپنے صحابہ کو علم کے زیور سے آراستہ کیا انہیں علم کے ساتھ ساتھ تحقیق کا شعور بھی دیا تا کہ وہ عملی زندگی میں علم و تحقیق کا دامن تھامے رہیں یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی زندگیاں حصول علم اور تحقیق میں بسر کیں۔ عصر حاضر میں زیر تربیت اساتذہ کے علمی اور تحقیقی معیار اور کام کا جائزہ لیا جائے تو اس پہلو پر کام نہ ہونے کے برابر نظر آتا ہے جیسا کہ امتحانات صرف نصابی کتب تک محدود ہوتے ہیں دوران تربیت صرف ان مخصوص نصابی کتب کا ہی مطالعہ کرایا جاتا ہے۔ ان کتب میں شامل مواد (Material) کا جائزہ لیا جائے تو غیر ملکی کتب کے تراجم اور مواد بے ترتیب انداز میں موجود ہے جن میں علمی و تحقیقی پہلو کا شدید فقدان ہے۔ جبکہ تربیتی اداروں میں علمی وسعت اور تحقیقی فکر کو پروان چڑھانے کے لیے عملی اقدامات نہیں کیے جاتے۔ اس کمی کے اثرات طلبہ پر مرتب ہوتے ہیں طلبہ ہمارا مستقبل ہیں اور معاشرے کا ایک اہم حصہ ہیں اس حوالے سے دیکھا جائے تو معاشرہ توہم پرستی اور افواہوں کا شکار ہو کر رہ گیا ہے۔ ایسے افراد جنہوں نے

---

[10]۔ طہ، 114:20۔

[11]۔ ابن ماجہ، السنن، مقدمہ، باب فضل العلماء، (دارالسلام للنشر والتوزیع الریاض 1999ء)، ج:1، ص:83۔

معاشرے کی تعمیر کرنا ہے، جنہوں نے نسل نو کی آبیاری کرنی ہے ان میں اس قدر علمی و تحقیقی فقدان پایا جاتا ہے؟ اس فقدان کو دور کرنے کے لیے دوران تربیت ضروری اقدامات مفید و کارآمد رہ سکتے ہیں۔

کسی کام میں بہتری لانے اور خرابیوں کو دور کرنے کیلیے سیرۃ پاک ﷺ سے جو اصول تنبیہ ،اصول حوصلہ افزائی، اصول زجر و توبیخ اور اصول داد و تحسین ملتے ہیں۔ ان اصولوں کی بدولت لوگوں میں بہتری آئی اور ان میں کام کی لگن اور جذبہ پیدا ہوا۔ ایک مرتبہ حضور ﷺ کے چچا اپنے لیے بیماری کے سبب موت کی تمنا کر رہے تھے اس پر آپ ﷺ نے تنبیہ کی اور اصلاح فرمائی جیسا کہ حضرت ام الفضل بنت عباسؓ سے روایت ہے:

> **"دخل رسول الله ﷺ علىٰ عمه وهو شاک ،يتمنى الموت للذى هو فيه من مرضه ،فضرب رسول الله ﷺ بيده علىٰ صدرالعباس ثم قال :لا تمن الموت يا عم رسول الله فانک ان تبق تزدد خيرا يکون ذلک ،فهو خيرلک ،وان تبق تستعتب من شی ء ،يکون ذلک خيرا لک"۔[12]**

> "رسول اللہ ﷺ اپنے بیمار چچا کے پاس تشریف لائے، وہ اپنی بیماری کی بنا پر موت کی تمنا کر رہے تھے ۔رسول اللہ ﷺ نے اپنے ہاتھ سے عباس کے سینے پر ضرب لگائی۔ پھر فرمایا: اے رسول اللہ کے چچا موت کی خواہش نہ کیجیے۔ اگر آپ باقی رہے (اور) نیکیوں میں اضافہ کیا تو بھی آپ کیلیے بہتر ہے اور اگر آپ باقی رہے اور کسی چیز (یعنی غلطی) سے معذرت کر کے (اللہ تعالی کو) راضی کر لیا تو یہ آپ کے لیے بہتر ہے۔"

اس روایت سے کئی نکات اخذ ہوتے ہیں جبکہ جو پہلو واضح انداز میں سامنے آیا کہ نبی اکرم اپنے صحابہ کی ہر حوالے اور پہلو سے تربیت فرماتے، جیسا کہ اس روایت میں حضرت عباس کے سینے پر ضرب لگائی اور اصلاح کے انداز میں موت کی تمنا سے روکا، ساتھ ہی سوچ کو مثبت انداز میں بدلتے ہوئے ملنے والے وقت میں توبہ کی تلقین کی اور نیکی کے مواقع تلاش کرنے کے لیے موقع کو غنیمت جاننا سکھایا۔ حضور انور ﷺ نے مختلف مواقع پر صحابہ کرام کی حوصلہ افزائی کرتے تا کہ ان میں جذبہ عمل بڑھتا رہے سیرۃ کے مطالعہ

---

[12]۔ حاکم نیشاپوری (م405ھ)، والمستدرک علی الصحیحین، کتاب الجنائز، (دار المعرفہ ،بیروت، مجلات:4)، 1/339۔

سے پتہ چلتاہے کہ آپ ﷺ نے کئی مواقع پر صحابہ کو داد دی ان کی حوصلہ افزائی فرمائی جیسے جیش عسرہ کے موقع پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرمانا کہ آج کے بعد اس کا کوئی عمل عثمان کو نقصان نہیں پہنچائے گا، ایسے ہی عشرہ مبشرہ کو جنت کی بشارت دینا ان کی حوصلہ افزائی کرنا۔ یہ تمام امور اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے صحابہ کے حوصلہ کو بڑھاتے ہوئے ان میں جذبہ عمل کو پروان چڑھایا۔ عصر حاضر میں اساتذہ کی تربیت گاہوں میں اس اصول کے حوالے سے جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ امتحانات میں اعلی کارکردگی پر حوصلہ افزائی کے لیے انعامات دیئے جاتے ہیں۔ تربیت دینے والے اساتذہ کس حد تک اپنے طلبہ (زیر تربیت اساتذہ) کی حوصلہ افزائی کرتے ہیں تربیتی اداروں میں حوصلہ افزائی اور تنبیہی انداز فکر کو بڑھانے کی ضرورت کیوں کہ جس عمر میں طلبہ استاد بننے کی تربیت حاصل کر رہے ہوتے ہیں (20 تا25 سال) وہ بہت جذباتی دور ہوتا ہے اس دور میں کام کرنے کی بھرپور قوت ہوتی ہے اگر سمت درست ہو تو کئی کارہائے نمایاں انجام دیئے جاسکتے ہیں۔ جبکہ اس دور میں بگڑنے اور غلط راہ اختیار کرنے کے بھی بہت مواقع ہوتے ہیں۔

نبی کریم ﷺ اپنے صحابہ کی تعلیم وتربیت کرتے ہوئے نہایت محبت سے پیش آتے، آپ ﷺ کی شفقت کا انداز نہایت بہترین تھا ، آپ گفتگو میں، بات کو سمجھانے میں، کسی کی اصلاح کرنے میں، دعوت دین دیتے ہوئے، بچوں سے ملتے ہوئے، لوگوں سے ملاقات کرتے ہوئے، گھر والوں وعزیز واقارب اور اجنبیوں سے ملتے ہوئے انتہائی شفیق ومہربان اور خیر خواہی کے جذبہ سے سرشار ہوتے۔ آپ ﷺ کی شفقت اور مہربانی ہر طبقہ کے افراد کے لیے تھی۔ آپ کی شفقت ومحبت کو قرآن نے اس انداز سے بیان کیا ہے۔

"لقد جاءكم رسول من انفسكم عزيز عليه ماعنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم"[13]

"یقیناتمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول تشریف لائے، ان پر وہ بات شاق گزرتی ہے جو تمہیں تکلیف دیتی ہے، تم پر حریص ہیں (یعنی تمہاری خیر کے خواہشمند ہیں) مومنوں کے لیے نہایت شفیق و مہربان ہیں"۔

---

[13]۔ التوبہ،128:9۔

آپ ﷺ صحابہ کو بھی اسی بات کی تلقین کرتے۔ صحابہ کرام کو مختلف علاقوں میں تعلیم و تربیت کے لیے روانہ کرتے وقت انہیں لوگوں سے شفقت اور نرمی سے پیش آنے کی تلقین کرتے جیسے کہ حضور ﷺ نے عمرو بن جہنی رضی اللہ عنہ کو اپنے قبیلہ کی طرف دعوت دینے کے لیے بھیجا تو انہیں تربیت کا یہ انداز تعلیم فرمایا:

"علیک باالرفق والقول السدید،ولا تکن فظا و لا متکبرا ولا حسودا"[14]

"نرمی (شفقت) سے پیش آنا، درست اور سچی بات کرنا، سخت کلامی اور بد اخلاقی سے پیش نہ آنا، تکبر و حسد نہ کرنا"۔

استاد کے لیے نرمی سے پیش آنے کے ساتھ ساتھ اسے اپنی اصلاح کی بھی تلقین کی۔ گویا استاد کو دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح بھی کرنی چاہیے۔ حضرت طفیل بن عمرو رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا، تو آپ ﷺ نے ان کو اپنی ہی قوم کی طرف معلم / مبلغ بنا کر بھیجا، چنانچہ وہ اپنی قوم کو مسلسل دعوت دیتے رہے لیکن قوم انکار کرتی رہی۔ بالآخر نبی مہربان ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ قبیلہ دوس نے مجھے ہرادیا۔ میں نے ان کو بہت دعوت دی مگر وہ ایمان نہیں لائے۔ آپ ان کے لیے بددعا کریں۔ نبی اکرم نے بددعا کی بجائے قبیلہ دوس کے لیے یہ دعا فرمائی:

"اللھم اھد دوسا ،ارجع الی قومک فادعھم وارفق بھم"[15]

"اے اللہ دوس (قبیلہ) کو ہدایت عطا فرما (طفیل بن عمرو سے فرمایا) تم اپنی قوم کی طرف لوٹ جاؤان کو دعوت دیتے رہو لیکن ان لوگوں کے ساتھ نرمی اختیار کرتے رہو"۔

گویا نبی اکرم ﷺ نے پھر بھی نرمی ہی کی تلقین فرمائی کیوں کہ نرمی وشفقت ایک ایسا جوہر ہے جس سے دلوں کو مسخر کیا جاسکتا ہے ۔اسی جوہر کے بل بوتے پر آسانیاں تلاش کی جاسکتی ہیں جبکہ اسی اصول کو اپنا کر اساتذہ اپنے طلبہ کی زندگی کو سنوار سکتے ہیں ان کو بہتر بناسکتے ہیں۔ عصر حاضر میں تربیتی اداروں میں دیکھا جائے تو گورنمنٹ کی طرف سے مار پر پابندی ہے جبکہ جسمانی سزا انسان کی اصلاح کی بجائے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ ایسے میں بہتری کی بجائے خرابیاں واقع ہوتی ہیں۔

---

[14]۔ ابن کثیر، اسماعیل بن عمر، البدایۃ والنھایہ (المکتبہ القدوسۃ، لاہور، 1984ء)، ج:2، ص:351۔

[15]۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ، قصۃ الاسلام الطفیل بن عمرو الدوسی، ج:1، ص:422۔

انسانی زندگی میں مختلف مواقع آتے رہتے ہیں جن میں ذہن مختلف کیفیات کا شکار ہوتا ہے، ان حالتوں میں بعض اوقات کسی بات اثر ہو جاتا ہے کبھی نہیں ہوتا۔ سوچ کی تبدیلی اور بہتر تربیت کے لیے ایسے مواقع سے فائدہ اٹھانا چاہیے جب انسان کسی بات کو سننے ، سمجھنے اور محسوس کرنے کے لیے ذہنی طور پر تیار ہو۔ ماحول حق میں ہو لوگ ذہنی طور پر تیار ہوں اور جذبات مچل رہے ہوں۔ تو ایسے موقع پر ماحول کی مناسبت سے مناسب انداز میں بات کر کے لوگوں میں مثبت تبدیلی لائی جا سکتی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کی سیرۃ سے کئی ایسی مثالیں ملتی ہیں۔ جہاں مختلف مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے لوگوں کی اصلاح کی گئی ہے۔ جیسا کہ جریر بن عبد اللہؓ سے روایت ہے:

"كنا عند النبیﷺ فنظر القمر ليل يعنى البدر فقال " نم سترون ربم ما ترون ہذا القمر لا تضامون فی ريته، فن استطعتم ن لا تغلبوا عل صلا قبل طلوع الشمس وقبل غروبها فافعلوا". ثم قر {وسبح بحمد رب قبل طلوع الشمس وقبل الغروب}"[16]

" ہم نبی ﷺ کی خدمت اقدس میں موجود تھے۔ آپ ﷺ نے چاند پر نظر ڈالی پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کو (آخرت میں) اسی طرح دیکھو گے جیسے اس چاند کو اب دیکھ رہے ہو۔ اس کے دیکھنے میں تم کو کوئی زحمت بھی نہیں ہو گی، پس اگر تم ایسا کر سکتے ہو کہ سورج طلوع ہونے سے پہلے والی نماز (فجر) اور سورج غروب ہونے سے پہلے والی نماز (عصر) سے تمہیں کوئی چیز روک نہ سکے تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ "پس اپنے مالک کی حمد و تسبیح کر، سورج طلوع ہونے اور غروب ہونے سے پہلے"۔

اس روایت میں آنحضور ﷺ نے ایسے موقع پر کہ جب چاند کی رویت ہے اور صحابہ بھی اس منظر کو ملاحظہ کر رہے ہیں اس وقت آپ ﷺ نے دیدار الٰہی کا ذکر کیا اور ساتھ ہی نمازوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی پابندی کی طرف مائل کیا۔ موقع کی مناسبت سے

---

[16]۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب المواقیت الصلاۃ، باب فضل صلاۃ العصر، رقم حدیث 554۔

کی گئی بات بہت اچھا اثر رکھتی ہے لہذا تربیت کے نظام میں ایسے مواقع کا بھرپور فائدہ اٹھایا جانا چاہیے۔ موجودہ حالات میں تربیتی نظام میں اس اصول کی روشنی میں بہت فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے جیسا کہ:

ا۔ مخصوص اسلامی ایام کے مواقع پر زیر تربیت اساتذہ کو آگاہی دی جاسکتی ہے، جبکہ اس کے حوالے سے مختلف قسم کی سرگرمیاں بھی منعقد کی جاسکتی ہیں۔

۲۔ قومی تہوار اور عالمی ایام کے مواقع پر خصوصی پروگرامز کا انعقاد کیا جاسکتا ہے۔

آپ ﷺ نے مختلف مواقع پر صحابہ کرام سے مشورے لیے، بعض مواقع پر صحابہ نے از خود مشورے دیئے، اس سے ایسا نظام مشاورت تشکیل پایا جس نے پوری انسانیت کی راہنمائی کی۔ آپ ﷺ نے مشاورت کے عمل سے صحابہ کرام کے اندر اپنی سوچ کو باہر لانے، دوسروں کی سوچ / رائے کو سننے، جبکہ مختلف آراء کی روشنی میں فیصلہ کرنے کی تربیت کی۔ چونکہ ہر فرد اپنی اپنی سطح پر نگران ہے اور نگران ہونے کے ناطے اپنے ماتحت لوگوں کی رائے لینا اور ان کے لیے آسانیاں پیدا کرنا جیسے امور میں فائدہ ہوتا ہے ۔ قرآن میں مشورہ کرنے کا حکم یوں دیا گیا ہے۔

"وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللهِ إِنَّ اللهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ"[17]

"اور شریک مشورہ رکھو ان کو (ایسے اہم اور اجتماعی کاموں میں) پھر جب (آپ کسی معاملے میں) پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو (اس میں لگ جاؤ) بے شک اللہ محبت رکھتا ہے بھروسہ کرنے والوں سے"۔

قرآن مجید کے اس حکم میں بے پناہ حکمتیں ہیں انسان کو معاملات زندگی چلانے میں آسانی ہوجاتی ہے، ماتحت افراد کی توقعات کا اندازہ ہوجاتا ہے جبکہ ان کے تجربات ہمارے لیے کارآمد ثابت ہوتے ہیں مشورہ اپنے سے بڑوں اور چھوٹوں سب سے کیا جاسکتا ہے ۔ ایک استاد ہونے کے ناطے طلبہ میں اس مہارت کو اجاگر کرنا ضروری ہے کیونکہ مشورہ کرنے سے دوریاں ختم ہوتی ہیں نقصان سے

[17]۔ آل عمران، 159:3۔

بچا جا سکتا ہے۔ آج کا طالب علم کل کو معاشرے کا کارکن ہو گا تو معاشرے میں رہنے اور اپنی زندگی کو کامیابی سے چلانے کے لیے اس مہارت کا ہونا نہایت ضروری ہے، جیسا کہ ڈاکٹر فرحت نسیم علوی اپنے مضمون میں مہارت کے حوالے سے لکھتی ہیں:

> The concept of personality is used for each person who has mastered important social traits. To have a dynamic character, a person must pass a particular path of development.[18]

شخصیت سازی کا تصور ہر اس فرد کے لئے استعمال ہوتا ہے جس نے مہارت حاصل کی ہو۔ عصر حاضر میں اس مہارت کو اجاگر کرنے اور اصول مشاورت کے ذریعے تربیت کرنے کے لیے درج ذیل طریقے اپنائے جاسکتے ہیں۔

ا۔ دوران تربیت مختلف پروگرام کے بارے زیر تربیت اساتذہ کے گروپس بنا کر مشاورت کی جاسکتی ہے جبکہ گروپ لیڈر عمل مشاورت کی روشنی میں فیصلے کرے۔

۲۔ مختلف مسائل، نئے منصوبوں، حالات حاضرہ بارے مشاورت کر کے نتائج اخذ کیے جاسکتے ہیں۔

۳۔ مختلف اداروں کے اساتذہ کو درپیش مسائل کے حل کے لیے زیر تربیت اساتذہ سے مشاورت لی جاسکتی ہے۔

الغرض معلم اگر تدریس کا ایک ہی متعین اسلوب اختیار کرے گا تو اس کی ناکامی نوشتۂ دیوار ہے۔ کیونکہ اس کی یہ یک رنگی اس فطرت کے بالکل خلاف ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہر فرد میں طبیعتوں اور صلاحیتوں کے اختلاف کے ساتھ رکھی ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کی زندگی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے تعلیم و تعلم کا کوئی متعین اسلوب اختیار نہیں کیا بلکہ مخاطب کے حالات کا لحاظ رکھتے ہوئے جو مناسب جانا اس اسلوب اور انداز کو اختیار کیا۔ آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو اسلوبِ تدریس کی جو تلقین کی اس میں بھی جو تنوع ہے وہ مخاطبین کے اعتبار ہی سے ہے۔ معلم کا کام طلبہ کے ذہن کو بالکل تبدیل کر کے رکھ دینا ہے۔ اس لئے یہ کام اس قدر آسان نہیں اس کے لئے معلم کا صاحبِ علم ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم ہونا بھی ضروری ہے، درس و تدریس میں حکیمانہ اندازِ تخاطب کامیابی کی ضمانت بن سکتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے حکمت کے سارے اصول پیغمبرِ اسلام ﷺ کو سکھائے اور آپ ﷺ نے اپنی زندگی میں ان اسالیب کو اختیار کر کے ایک مثال قائم کی۔ اور پھر آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کی بھی

---

[18]. Farhat Naseem , The role of Youth Leadership Development Program: The case of immigrant communities in Canada, *Children and Youth Services Review 116 (2020) 105168*

اسی نہج پر تربیت فرمائی۔ تدریس کے اصول اور اسلوب کو اتنی وضاحت کے ساتھ بیان کر دینا، امتِ محمدیہ ﷺ کی ایسی خصوصیت ہے جس میں دنیا کا کوئی مذہب، چاہے وہ الہامی ہو یا غیر الہامی، اسلام کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا۔ قرآن نے خود تدریس کے اصول اور اسلوب کو بیان کیا اور پیغمبرِ اسلام ﷺ نے اس پر عمل کر کے ایک عملی مثال قائم فرمائی اور پھر آپ ﷺ نے اپنے ماننے والوں کو بھی ان کی تلقین اور ہدایت فرمائی.